Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities **104**
Vol 5 (2) April-June, 2019 pp. 104-133.
ISSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. Email:editor@gjmsweb.com
Impact Factor value = 4.739 (SJIF).

COMPARATIVE STUDY OF THE RULINGS OF SHARIAH IN SURAT-UL-HUJRAT

سورۃ الحجرات کے فقہی احکامات کا تقابلی جائزہ
(تفسیر ابن کثیر اور تفسیر تیسیر القرآن کا خصوصی مطالعہ)

راحیلہ اصغر[1] ,ڈاکٹرپروفیسر محمد صدیق سیالوی[2]

ABSTRACT-The objective of this research paper is to carry out comparative study of the rulings of Shariah given in Suratul Hujrat. The author, while quoting different verse from this Surah, shed light on the rights of women at the time of wedding, separation, being widow as well as her rights in inheritance. He also stated that women's integrity must be protected during war. Similarly, the author also discussed business rules in which it has been advised not to cheat or betray one another during business transaction otherwise profit earned will also become Haram (invalid). All Shariah rulings are very useful for every muslim and these rulings guide them how to act and in different conditions.

Key words: Shariah rulings, women's rights, offering prayers animal.

Type of study: ***Original Research paper***
Paper received: 12.02.2019
Paper accepted: 15.03.2019
Online published: 01.04.2019

---

1. M. Phil Scholar, Department of Islamic studies, Institute of Southern Punjab. Multan. aurrehma@gmail.com
2. HOD, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab. Cell # =0923027392082.

مولانا عبدالرحمن کیلا نی بحیثیت مفسر قرآن

تیسیر القرآن مصنف موصوف کی قرآن سے محبت اور دلچسپی کا اعلیٰ ثبو ت ہے۔ قرآن اور عربی زبان سے شغف انہیں بچپن ہی سے تھا۔ تاج کمپنی سے منسلک رہتے ہوئے انہوں نے قرآن مجید کی کتابت کا نہایت نازک اور خوش گوار فریضہ بھی سر انجام دیا۔عمر کے اخیر حصہ میں تفسیر قرآن کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی وفات سے قبل وہ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکے تھے۔تفسیر کی اشاعت ان کی وفات کے بعد ہوئی۔ چار جلدوں میں عمدہ کاغذ پر تصحیح و تخریج کے ساتھ اس تفسیر کو شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔تفسیر کی چند خوبیاں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :

تفسیر بالما ثو رو بالرائے المقبول کا حسین امتزاج

تفسیر بالماثور کے طور پر لکھی جانے والی تفاسیر میں عموماً یہ مشکلات پیش آتی ہیں کہ ایک موضوع سے متعلقہ منتشر اقوال اور افکار کو جمع کر دیا جاتا ہے۔ اسرائیلیات کی بھر مار ہوتی ہے اور بیسوں اقوال قاری کو جداگانہ مفہوم دے رہے ہوتے ہیں ۔ جس سے ایک مفہوم کا تعین کرنا اور قرآن کے مدعا کا واضح ہوا ایسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح احادیث جو کہ تفسیر قرآن کی بنیاد ہیں ،میں بعض اوقات صحیح و ضعیف روایات میں امتیاز قائم نہیں رکھا جاتا۔ اس بنا پر تفسیر بالماثور جو تفسیر کی اہم ترین بنیاد ہے، سے استفادہ بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ ان کثیر آراءو افکار میں سے صائب آرا کے چناؤاور احادیث و آثار میں صحیح احادیث کا اہتمام کرنے کے لیے ذکاوت و فراست اور علمی پختگی کی ضرورت ہے، اس کے ساتھ ایجاز و اختصاراور جامعیت کے لیے خصوصی تجربہ درکار ہے۔ مولانا مرحوم نے اللہ تعا لیٰ کے فضل سے اس کا بطور خاص اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ اس تفسیر میں منتشر افکار میں چند الصواب آراءکو ذکر کر کے ان کا علمی تجزیہ بھی پیش کر دیا گیا ہے جس سے قاری کسی واضح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے اور کلام الہٰی میں دیگر امکانات کی طرف اشارے بھی اس کو مل جاتے ہیں ۔

تفسیر بالماثور کے نمونے

زیرِ نظر تفسیر کی بنیاداس فکر پر قائم ہے کہ مولف مرحوم تفسیر بالحدیث کا ایک منتخب نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے جس کے لئے تیس (۳۰) برس قبل اپنی بڑی بیٹی کو انہو ں نے ایسی صحیح احادیث کے انتخاب کا کام سونپ رکھا تھا جس کی بنا پر تفسیر کا مبارک کام سر

انجام دیا جا سکے۔ اس بنا پر اس تفسیر میں وسیع ذخیرہ حدیث کو شامل کیا گیا ہے۔ دور حاضر میں صحیح و ضعیف احادیث کی بابت امت میں خصوصی ذوق پھیل جانے اور خود مصنف کے اس خاص اہتمام کرنے کی بدولت اس تفسیر میں احایث کی صحت کا بھی بقدر امکان التزام کیا گیا ہے۔ مثال:

حفظوا علی الصلوت والصلوۃ الوسطی وقومو اللہ قنتین(۱)

" نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیان والی نماز کی اورا للہ تعالیٰ کے لیے با ادب کھڑا رہا "۔

کی تفسیر میں عنوان " نماز وسطی سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی تاکید مزید" کے تحت فرماتے ہیں :

" رسول اللہ ﷺ نے خندق کے دن فرمایا۔ ان کافروں نے مجھے درمیانی نماز نہ پڑھنے دی،حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔(بخاری۔کتاب التفسیر) سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ دونوں سے روایت ہے کہ آپﷺ نے فرمایا " صلوٰۃ وسطی نمازعصر ہے۔ (ترمذی۔ابواب التفاسیر) سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا کہ جس کی عصر کی نماز قضا ہو گئی اس کا گھر بار ،مال و اسباب سب لٹ گیا۔ (بخاری ،کتاب مواقیت الصلوۃ ،باب اثم من فا تتہ العصر)اور بالخصوص اس نماز کی تاکید اس لیے فرمائی کی دینوی مشاغل کے لحاظ سے یہ وقت بہت اہم ہوتا ہے"۔(۲)

آیت کریمہ کے اگلے ٹکڑے وقو موا للہ قنتین (۳) (اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو اکرو) کے تحت نماز کے چند آداب یعنی نماز میں با ادب کھڑے ہونے کا حکم ، صف درست کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم ،نماز کے دوران کو ن کون سے کام کرنا جائز یا ضروری ہیں ، نماز خوف پڑھنے کا طریقہ اور دین میں آسان کی ایک مثال وغیرہ ۔۔۔ ان سب عنوانات کے تحت متعدد احادیث ذکر کی ہیں ۔ ان میں سے اکثر وہ احادیث ہیں جو مفسر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں درج کی ہیں ۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مصنف نے تفسیر ابن کثیر سے کافی استفادہ کیا ہے۔ مصنف کا اندازتفسیر خالصتاً تفسیر بالماثور کاہے۔ اس کے علاوہ وہ کئی مواقع پر اسرائیلیات سے بھی استشہاد کرتے ہیں ۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے حا لات میں بغیر حوالہ کے یہ بات لکھی ہے کہ وہ اتنے جروات مند اور طاقتور تھے کہ اگر کوئی درندہ ان کے

ہتھے چڑھ جاتا تو اس کے نچلے جبڑے پر پاؤں رکھ کر اوپر کے جبڑے کو زور سے کھینچتے تھے کہ اسے چیر کر رکھ دیتے تھے۔(۴)

احادیث درج کرنے میں روایت کو ہی دیکھتے ہیں ۔ بخاری و مسلم کی احادیث کو اولیت و اہمیت دی ہے۔ درایتی و عقلی نقطہ نظر سے احادیث کی طرف عام طور پر توجہ نہیں کرتے۔ بعض سورتوں اور آیتوں کی فضیلت میں نمبر وار حدیثیں درج کی ہیں ۔ جیسے آیت الکرسی کی فضیلت میں کئی روایات درج کی ہیں (5)

بعض تفصیلات جو اسرائیلی روایات میں آئی ہیں ، ان کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جیسے آیت:

واذ قال ابراھم رب کیف تحی الموتی (۶) کے ذیل میں لکھا ہے:

” اس آیت کا جزئیات میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے۔مثلا یہ کہ چاروں پرندے ایک ہی جنس کے تھے یا الگ الگ جنسوں کے، جزاً سے مراد انکو ذبح کر کے اور قیمہ بنا کر چاروں پرندوں کے گوشت کو ملا دینا ہے یا فقط ٹکڑے کر دینا ہی کا فی ہے۔ یہ پہاڑ بھی آیا ، چار (۴) ہی تھے، جن پر ایک ایک حصہ رکھا گیا یا کم و بیش تھے، جن پر بانٹ کر ہر حصہ رکھا گیا۔ کیا ان پرندوں کے سر سیدنا ابراہیم ؑنے ان حصوں میں ہی ملا دیے تھے یا اپنے پاس ہی رکھے تھے۔یہ سب تفصیلات مقصد کے لحاظ سے بے معنی ہیں ۔مقصد تو صرف یہ تھا کہ موت کے بعد مردہ جسم کی کوئی بھی پیچیدہ سے پیچیدہ صورت بن جائے تواللہ اس پر قادر ہے کہ وہ ہر طرح کے مردہ کو زندہ کر دکھائے“۷

حسب ضرورت واقعات سیر ت کا بیان بھی موجود ہے۔ جیسے بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ ،عام الحزن ،واقعہ طائف ، ہجرت مدینہ، غزوات نبویﷺ، دعوت نبیﷺ کے مختلف مراحل ،قریش مکہ کی مخالفت کے مختلف مظاہر اور دیگر واقعات کا بیان موجود ہے۔

واستعینوا بالصبر والصلوۃ (۸)

کے تحت نماز کے فضائل اور اہمیت ،نماز باجماعت کی فضیلت اور فوائد کے عنوانات کے تحت متعدد احادیث ذکر کی ہیں ۔ جس سے عنوان مبر ہن ہو کر سامنے آجاتا ہے۔بخاری و مسلم کی احادیث ہی عموماً درج کی ہیں ۔ یعنی صحیحین کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ تاہم

دوسری کتب احادیث جیسے مسنداحمد،سنن دارمی، سنن بیہقی وغیرہ کی روایات بھی مندرجہ ہیں
۔

یا ایھا الذین امنوا لا تا کلو امو الکم بینکم با لبا طل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم(9)

” اے ایمان والوں! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاو،درست صورت یہ ہے کہ باہمی رضا مندی سے آپس میں لین دین ہو“۔

کی وضاحت میں مختلف کتب احادیث سے چھپن ۵۶ احادیث طیبہ ذکر کی ہیں ۔ ان کتب میں کتب ستہ ،سنن اربعہ ، مشکوۃ ا ور مؤطا جیسی امہات کتب احادیث شامل ہیں ۔(۱۰)

غرض یہ کہ مذکورہ تفسیر،تفسیر بالماثور کا عمدہ نمونہ ہے۔ ضعیف احادیث بہت کم جب کہ موضوعات نہ ہونے کے برابر ہیں ۔ یہ کہا جاسکتاہے کہ احادیث کی روشنی میں قرآن کا مطالعہ ہے۔ یہ تفسیر طالب علموں کے لئے مفید ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف موصوف عنوان قائم کر کے نمبر وار حدیثیں درج کرتے ہیں ۔ حرمت شراب کے ضمن میں بھی کتب اور دیگر مشہور کتب حدیث کی پندرہ (۱۵) احادیث ترتیب سے بیان کی ہیں ۔(۱۱)

تاریخی معلومات

آیت کریمہ :

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ ،واللہ یعصمک من الناس ،ان اللہ لا یھدی القوم الکفرین(۱۲)

” اے رسول جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچادیجیے پس اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا“۔

کی تفسیر عام مفسرین کی نسبت منفرد انداز میں کی ہے۔ آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد مکی و مدنی زندگی ہیں ہونے والے قاتلانہ حملوں کو ترتیب وار بیان کیا ہے اور اہم تاریخی واقعات سے استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

” آپﷺ کا زمانہ نبوت تئیس (۲۳)سال ہے ۔ ابتدائی تین سال تو انتہائی خفیہ تبلیغ کے ہیں ۔ باقی بیس سال کے عرصہ میں آپ ﷺ پر سترہ بارقاتلانہ حملے یا آپ ﷺ کو قتل کر دینے کی سازشیں تیار ہوئیں ۔ ان میں سے نو (۹) حملے تو قریش مکہ کی طرف سے ہوئے،تین (۳) یہود سے، تین بدوی قبائل سے، ایک منافقین سے اور ایک شاہ ایران خسروپرویز سے اور غالباً اس

دنیا میں کسی بھی دوسرے شخص پر اتنی بار قاتلانہ حملے نہیں ہوئے ور ہر بار اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو بذریعہ وحی مطلع کر کے یا مدد کر کے آپﷺ کو دشمنوں سے بچا کر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب ہم ان قاتلانہ حملوں کے واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ مختصر اًہدیہ قارئین کرتے ہیں "۔(۱۳)

اس طرح مولانا نے اس سترہ(۱۷) حملوں کی تفصیل کتب احادیث و سیرت سے استشہاد کر کے بیان کی ہے۔ بہر حال ربط کی نسبتاً کمی ہے۔ ایک آیت کی تفسیر کو دوسری سے یا آیات کی تفسیر میں باہم ربط پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

مفرات قرآنیہ کی تشریح

فاضل مصنف کی تصانیف میں سے ایک تصنیف " مترادفات القرآن " ہے ، جس میں انہوں نے قرآن کریم میں وار متعدد ہم معنی الفاظ کے درمیان فرق بیان کیا۔ ا س کتاب میں قرآنی الفاظ کے اسرار و معانی او رلطائف کو عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔تفسیر مذکور میں بھی مصنف نے قرآن حکیم کے مفردات کی وضاحت میں مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں ۔چند مثالیں حسب ذیل ہیں ۔

1۔ تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کلحون (۱۴)(ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوئے ہونگے) میں کلح کا معنی:

کلح کا لغوی معنی بد شکل ہونا یا حلیہ کا اس طرح بگڑ جانا ہے، جس سے انسان بد صورت اور ڈراؤنا معلوم ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ اوپر کا ہونٹ اوپر کو اٹھ جائے اور نیچے کا نیچے کو ، اور بڑے بڑے دانت سامنے نظر آئیں ،جیسے ابھی کسی کو پھاڑ کھائے گا، یعنی جہنم کی آگ ان کے چہروں کا اس طرح حلیہ بگاڑ کر رکھ دے گی۔(۱۵)

۲۔اذ فتحنا علیھم بابا ذا عذاب شدید اذ ھم فیہ مبلسون (۱۶)(یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو اسی وقت فوراً مایوس ہو گئے) لفظ مبلسون میں بلس کا معنی بیان کرتے ہوئے لکتھے ہیں کہ کے بلس معنی غم کی وجہ سے سخت مایوس ہو جانا یا سخت مایوسی کی وجہ سے غمگین ہونا اور پھر اسی مایوسی کی بنا پر برافروختہ ہو جانا یا بھڑک اٹھنا، یعنی ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ جو ں جوں انہیں مار پڑتی ہے اور انہیں اپنی کامیابی کے امکانات ختم ہوتے نظر آتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ سیدھی راہ اختیار کریں ،مزید برافروختہ ہو جاتے ہیں اور دوسری اقوام اور دوسرے مشرک قبائل کو اپنے ساتھ مل کر اجتماعی

طور پر مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر نہیں صفحہ ہستی سے مٹا ڈالنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں -(۱۷)

۳۔ قال اخسوا فیھاولا تکلمون قال اخسوافیھا(۱۸) (میں خسأ کامفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خسأ کالفظ کتے اور سور کو دھتکارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے ہم پنجابی زبا ن میں کتے کو دھتکارنے یا دفع کرنے کے لیے ''دردر''کے الفاظ استعمال کرتے ہیں ۔ پھر اس کا استعمال ہر اس شخص کے لیے بھی ہونے لگا جسے حقیر اور ذلیل سمجھ کر دفعہ ہونے یا نکل جانے کو کہا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کی التجا کے جواب میں فرمائیں گے کہ تم اس قدر ذلیل مخلوق ہو کہ تمہارا اس جہنم میں پڑے رہنا ہی مناسب ہے، اور یکھو! آئیندہ مجھ سے کوئی ایسی التجانہ کرنا۔(۱۹)۴

۔وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ(۲۰) (دعا کرنے لگے اے پروردگار!تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے)اوزعنی میں لفظ الجیش یعنی فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا ہے۔ سیدنا سلیمانؑ دعا یہ فرما رہےں کہ جس قدر تونے مجھ پر اور میرے والدین پر انعامات کی بارش کی ہے،اس پر کہیں مبرا نفس بے قابو اور بے لگام ہو کر سر کشی کی راہ نہ اختیار کر لے۔(۲۱)

لغوی مفہوم کی عمدہ مناسبت ،اصطلاحی مفہوم سے کرتے ہیں ۔ قرآنی آیت:

واذن فی الناس باصبح یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق(۲۲) (اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور درازکی تمام راہوں سے آئیں گے) کے تناظر میں ضامر کا ترجمہ بعض متر جمین نے کمزور جانورکیا ہے۔مصنف نے اس کا ترجمہ ''چھریرے بدن کے اونٹ'' کیا ہے، اور اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہا ں ضامرکا لفظ استعمال ہوا ہے اور ضامر وہ جانور ہے جو خوراک کی کمی کی وجہ سے نہیں ،بلکہ سدھانے او رمشق کی کثرت اور کسرت کی وجہ سے دبلا پتلا اور چھریرے بدن والا ہو جائے ،اور سبک رویا سبک خرام ہوتا، کہ مقابلہ میں آگے نکل سکے، اور جو جانور بھوک کی کمی ہو گیا، خواہ وہ نر ہو یامادہ، اور اونٹ کا نام بطور خاص

اس لیے لیا گیا کہ اس زمانہ میں اور اس علاقہ میں اونٹ ہی آمدورفت اور نقل و حرکت کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔(۲۳)

لغوی مفاہیم کی وضاحت کے لیے کیلانی صاحب نے المنجد ، منتہی الادب ، فقہ اللغتہ اور قاموس جیسی کتب لغت سے استفادہ کیا ہے۔

جمہوریت کی توجیہ

مصنف موصوف کے نزدیک جدید مغربی جمہوریت شرک فی الصفا ت کی ایک قسم ہے۔ آیت کریمہ : الم ترا لی الذین حاج ابراھیم فی ربہ ان اتہ فی ربہ ان اللہ الملک....... (۲۴) کے تحت لکھتے ہیں :

" ایسے ممالک جہاں آج کل جمہوریت رائج ہے ،وہاں بھی اکثر شرک کی یہ قسم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان ملکوں میں سیاسی اقتدار اعلی تو عوام کے پاس ہوتا ہے، یعنی طاقت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں ۔ وہی جسے چاہیں اپنی رائے سے نمائندہ یا حکمرا ان بنادیں او رقانونی اقتدار اعلی اسمبلی یا پارلیمنٹ کے پاس ہوتا ہے۔ یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جمہوریت میں اقتدار علیٰ اسمبلی یا پارلیمنٹ کے پاس ہوتا ہے(جمہوریت میں اقتدار اعلیٰ کوئی انسا ن یا ادارہ ہی ہو سکتا ہے) جبکہ اسلامی نقطہ نظر سے قانونی اور سیاسی مقتدر اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جمہوری ممالک میں کوئی بڑی سے بڑی عدالت بھی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانو ن کے سامنے دم نہیں مار سکتی۔ اس لحا ظ سے نمرود کی خدائی اور جمہوریت کی خدائی میں کوئی فرق نہیں "۔(۲۵)

جمہوری نظام پر تبصرہ اور ووٹ ڈالنے کی حیثیت

سورۃ الانعام کی آیت نمبر (۱۰۸) کی تشریح کرتے ہوئے جمہوری نظام پر تبصرہ ا ن الفاظ میں کرتے ہیں :

" موجودہ دور میں اس کی مثال کسی جمہوری نظام سیاست میں الیکشن کے دوران ووٹ ڈالنے کا مسئلہ ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ جمہوری نظام اسلام اور اسلامی نظام خلافت کے عین ضدہے۔جمہوری نظام میں مقتدر اعلیٰ کوئی انسان ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ مقتدر اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہی و ہ بنیادی فرق ہے جس کی بناپر ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اور میں جمہوریت میں سمجھوتہ ہونا ناممکن ہے۔ اگرچہ پاکستان کے دستو ر میں یہ الفاظ لکھ دیے گئے ہیں کہ " مقتدر اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے" ،مگر ا س پر عمل درآمد ناممکن ہے۔ وجہ یہ

ہے کہ اگر فی الوقع اللہ تعالیٰ کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کر لیا جائے تو جمہوری نظام کا ازخود جنازہ نکل جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جمہوری نظام میں پانچ باتیں ایسی ہیں جن میں سے کسی ایک کے بغیر جمہوریت کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی، یہ باتیں شرعاًناجائز ہیں اور وہ یہ ہیں :

۱۔ سیاسی پارٹیوں کے وجود کا ضروری ہونا۔

۲۔ طلب ا مارت یعنی نمائندہ اسمبلی بننے کے لیے از خود درخواست دینا،پھر ا س کے لیے ہر جائز و ناجائز ذریعے سے تگ ودو کرنا۔

۳۔کثرت رائے کو معیار حق قرار دینا۔

۴۔ حق بالغ رائے وہی، یعنی ہر کس ناکس بشمول خواتین کو ووٹ کا حق دینا۔

۵۔ ہر کس و نا کس کے ووٹ کی قیمت برابر قرار دینا ہے۔اس صورت حال میں مناسب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ووٹ ڈ ال کر اس نظام کی قطعاً حوصلہ افزائی نہ کی جائے مگر اس سے بھی بسا اوقات یہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کا جواز صرف ا س حد تک ہی ہے کہ ایک بڑے فتنہ کے سدباب کے لیے ایک چھوٹے فتنہ کو گوار ا کرلیا جاتا ہے۔ یہ تو اس کا دقتی علاج ہے اور اصل علاج یہ ہے کہ اس کافرانہ نظام سیاست کو بدلنے کے لیے وہی راہ اختیار کی جائے جو انبیائے کرامؑ کا شیوہ رہا ہے"۔(۲۶)

عقل پرستوں کی تردید

کیلانی صاحب ایک بالغ النظر اور حساس مسلمان عا لم تھے۔وہ اپنے عہد کی سیاسی،مذہبی اور علمی تحریکوں سے بخوبی واقف تھے۔ غلام احمد پرویز اور ان کے دلائل کی حقیقت سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔انہوں نے اپنی تفسیر میں کئی مقامات پر فکر پرویزیت کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس کا نقطہ نظر نہایت سادہ اور سلیس انداز میں بیان کرنے کے بعد اس غلطی و کمزوری کو واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں جمہورفقہاءکی متعلقہ رائے کو بھی بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں ان کا بیان واضح اور دوٹوک ہوتا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں :

واقعات ابراہیمی میں پرندوں کو زندہ کرنے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں :

" ... یہ واقعہ بھی چوں کہ خرق عادات اور معجز ہ ہے، لہذا عقل پرستوں اور منکر ین معجزات کو اس کی بھی مضحکہ خیز قسم کی تاویل کرنا پڑی ۔ چنانچہ پرویز صاحب اس آیت کا ترجمہ یا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں : سیدنا ابراہیمؑ نے اللہ سے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ اس قسم

کی مردہ قو م بھی ازسر نوزندہ ہو جائے او ر اگر ممکن ہے تو مجھے یہ بتا دیجیے کہ اس کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا جائے'' یہ سب کچھ (کیف تحی الموتی) کا ترجمہ یا مفہوم ہے۔آ پ نے موتی کا ترجمہ' مردہ قوم' ،ارنی کا ترجمہ ' مجھے بتاؤ اور کیف تحی کا ترجمہ 'مردہ قوم کے ازسر نو زندہ ہونے کا طریق کار ' کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا :پہلے یہ تو بتاؤ کہ کیا تمہارا اس پر ایما ن ہے کہ مردہ قوم کو حیات نو مل سکتی ہے؟ ابراہیم ؑ نے کہا: اس پر تو میرا ایما ن ہے لیکن میں اسکا اطمینان چاہتا ہوں ۔ اللہ نے کہا تم چار پرندے لو۔ شروع میں وہ تم سے دور بھاگیں گے۔انہیں آہستہ آہستہ سدھاؤ کہ وہ تم سے مانوس ہو جائیں ۔ آخر الامران کی یہ حالت ہو جائے گی کہ اگر تم انہیں الگ الگ مختلف پہاڑوں پر چھوڑ دو اور انہیں آواز دو تو اڑتے ہوئے تمہاری طرف آ جائیں گے۔ بس یہی طریقہ ہے حق سے نامانوس لوگوں میں زندگی پیدا کرنے کاتم انہیں اپنے قریب لاؤ اور نظام خداوندی سے روشناس کراؤ۔ (یہ اعلم کا ترجمہ ہے۔) یہ نظام اپنے ا ندر اتنی قوت اور حکمت رکھتا ہے کہ اسے چھوڑ کریہ کہیں نہ جا سکے گے۔ یہ(ان اللہ عزیز حکیم) کا ترجمہ ہے''۔(۲۷)

مصنف اس پرویزی نظام کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

۱۔ سیدنا ابراہیم ؑتو اللہ سے مردوں کو زندہ کرنے کی بات پوچھ رہے ہیں لیکن پرویز صاحب نے '' مردہ قوموں '' کی دوبارہ زندگی کے اسرار ورموزبیان کرنا شروع کر دیے ہیں ۔

۲۔ مردہ قوموں کی دوبارہ زندگی کے لیے آپ نے جو ہدایات سیدنا ابراہیم ؑسے منسوب فرمائی ہیں ،ان کی سیدنا ابراہیم ؑ سے کوئی تخصیص نہیں ۔ یہ تو تبلیغ کا عام طریقہ ہے، جسے تمام انبیاءاپناتے رہے ہیں ۔ مردوں کو زندہ کرنے اور بالخصوص سیدنا ابراہیم ؑکے دلی اطمینان کی اس میں کیا بات ہے؟

۳۔ حق سے مانوس شدہ لوگوں کو ٹیسٹ کرنے کا طریقہ بھی کیسا شاندار ہے کہ پہلے نبی ایسے لوگوں کو الگ الگ پہاڑیوں پر چھوڑ آیا کریں ۔ پھر انہیں بلائیں ، اس سے پہلے نہ بلائیں ۔ بہر حال وہ نبی کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ کیا مردہ قوموں کی دوبارہ زندگی کا یہی طریقہ ہے؟

۴۔اعلم کا ترجمہ یا مفہوم ' تم انہیں نظام خداوندی سے روشناس کراؤ پرویزصاحب جیسے '' مفسرقرآن'' کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔

۵۔اس آیت لفظ جزءکا معنی حصہ یا ٹکڑا ہے اور پرندوں کا حصہ یا ٹکڑا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ انہیں ذبح کر دیا جائے یا کاٹ دیا جائے،جس سے ان کی زندگی ختم ہو جائے اور یہی موتی کا مفہوم ہے۔ لیکن پرویز صاحب نے اس کا مفہوم مردہ قوموں کو مانوس کرنا،پھر انہیں الگ الگ کردینا بتایا ، اور اللہ کے عزیز و حکیم ہونے کو نظام خداوندی کے قوت اور حکمت والا ہونے سے تعبیر کر کے اس واقعہ کے معجزہ ہونے سے بہر حال گلو خلاصی کرا ہی لی، اور یہ ثابت کر دیا کہ اللہ مردوں کو زندہ نہیں کیا کرتا بلکہ مردہ قوموں کو زندہ کرتا ہے۔ وہ اپنے پیغمبروں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ پہلے لوگوں کو مانوس کریں ، پھر پہاڑیوں پر چھوڑ آیا کریں ، پھر انہیں بلائیں ورنہ مردہ قومیں کبھی زندہ نہ ہو سکیں گی۔ (۲۸)

قلنا ینار کونی برد ا و سلما علی ابراھیم (۲۹)

(ہم نے آگ کو حکم دیا: اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی او ر سلامتی والی بن جا) اس آیت کی تفسیر میں معجزہ پر بحث کرتے ہوئے چند ایسے علمی حلقوں کا تذکرہ کیا ہے جو ابراہیم ؑ کے اس معجزہ کو تسلیم کرنے سے گھبراتے ہیں اور ان آیات کی دراز کار تاویلات کرتے ہیں ۔ ان میں حافظ عنایت اللہ اثری صاحب کے خیلات کی مدلل تردید کی ہے۔مصف کی نظر میں اس آیت اور اس ترجمہ میں اثری صاحب نے مندرجہ ذیل مغالطے دیے ہیں :

۱۔ اس آیت میں اوقد واکا استعمال کنایتاً اور محاورتاً ہے ورنہ لڑائی کی آگ حقیقتاً ایسی نہیں ہوتی جس میں لکڑی وغیرہ جل جائے یا وہ دوسری چیزوں کو جلا کر راکھ بنا ڈالے ۔

۔ قرآن کریم نے حرقوہ کا لفظ استعمال فرما یا ، یعنی ابراہیم ؑ کو آگ میں ڈال کر جلا دو۔

۳۔ اطفاً کے معنی بجھانا تو ٹھیک ہے مگر ٹھنڈا کرنا نہیں ہے۔ آپ نے اس کا اضافہ کرکے اشتباہ پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

۴۔ قرآن کریم کے الفاظ برداو سلاما (یعنی ٹھنڈی بھی ہو جا اور سلامتی والی بھی) اس میں بجھنے کا ذکر تک نہیں ،کہ سرے سے آگ ہی بجھ جائے اور ابراہیم ؑ جلنے سے بچ جائیں ۔اور یہی وہ الفاظ ہیں جو ان حضرات کے کیے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہیں ۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر ابراہیم ؑ آگ میں ڈالے ہی نہیں گئے تھے تو پھر اللہ کا یہ حکم کیا معنی رکھتا ہے؟

اب اثری صاحب کے جواب کا دوسرا حصہ سنیے جو حدیث سے متعلق ہے، فرماتے ہیں : اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سچ مچ انہوں نے آگ میں جلا دینے کا ارادہ کر لیا اور القی فی

النار ،(الحدیث) سے بھی پیدا شدہ خطر ناک حالات سے مصادقت مراد ہے کہ کام بالکل تیا ر تھا، مگر اللہ پاک نے آپ کو بال بال بچا لیا۔(۳۰)

کیلانی صاحب نے اس مزید تجزیہ بھی کیا ہے۔(۳۱)

سورۃ البقرہ میں قصہ آد م و ابلیس کے کچھ تفصیلات مذکور ہیں ، اسی ذیل میں ارشاد ہوا ہے:

فاز لھما الشیطن عنھا فاخر جھما مما کا نا فیہ (۳۲) (آخر کار شیطان نے اسی درخت کی ترغیب دے کر آدم و حوا دونوں کو ورغلا یا اور جس حالت میں وہ تھے ،انہیں وہاں سے نکلوا کر دم لیا۔) اس آیت کریمہ کے تحت ، مفسر موصوف نے شیطان کی حقیقت ، فرشتوں کی مختلف اقسام اور ان کی ذمہ داریاں ،صفات کے لحاظ ے فرشتوں کا اقسام، جنوں کی اقسام اور صفات ، فرشتوں کے وجود کے منکر ین او ر ان کی تاویلات بھی بیان کی ہیں ۔ ان تفصیلات کے بیان کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

” فرشتوں ا ور ابلیس کے متعلق ہمیں یہ لمبی چوڑی تفصیل اس لیے دینا پڑی کہ یہ قصہ آدم و ابلیس کے اہم کردار ہیں ۔نیز اس لیے بھی کہ فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ازروئے قرآن نہایت ضروری اور ایمان بالغیب کا ایک حصہ ہے۔ لیکن ان تمام تر قرآنی تصریحات کے علی الرغم مسلمانوں میں سے ہی کچھ لوگ فرشتوں کے خارجی وجود اور ذاتی تشخص کے قائل نہیں ۔ ہمارے ملک میں اس طبقہ کے سرخیل سر سید احمد خان ہیں ، جن کا کچھ ذکر سورۃ فاتحہ کے آخری حاشیہ میں گزر چکا ہے“۔(۳۳)کیلانی صاحب نے سرسید احمد کی مغربی افکار سے مرعوبیت کا ایک نقشہ کھینچا ہے، پھر ان کے ہونہار جانشین پرویز احمد کا ذکر کیا ہے۔ پرویز صاحب نے اپنی مختلف تصنیفات و تالیفات میں (جیسا کہ اس حوالے سے گزر چکی ہے) فرشتوں کے بارے میں مختلف تاویلات و مفہوم بیان کیے ہیں ، اس کے تقریباً تمام قابل ذکر نکات کو ایک سادہ ا ور منطقی ترتیب سے بیان کیا ہے اور بعد ازاں عقلی ، تاریخی اور قرآنی دلائل سے ان کی مؤقف کی غلطی ا ن پر واضح کی ہے۔ یہ تفصیل تفسیر کے کئی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔(۳۴)

قالت نملۃ یا ایھا النمل ادخلو امسکنکم (۳۵)(ایک چیونٹی بول اٹھی، ” چیونٹیوں ! اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کے تحت لکھا ہے:

" عقل پرستوں نے اس وادی نمل کے قصہ میں بھی اپنی عقل کی جولانیاں دکھائی۔ وہ کہتے ہیں ک وادی نمل فلا ں مقام پر ایک بستی کا نام ہے اور نمل ایک قبیلہ کا نام تھا ۔ اس کے افراد بھی نملی کہلاتے تھے۔سلیمان کا لاؤ لشکردیکھ کر ایک نملہ نے دوسرے نملوں سے یہ بات کہی تھی ۔ تاویل یا تحریف میں جتنا وزن ہو سکتا ہے، وہ ان آیات کے سیاق و سباق میں رکھ کر دیکھ لیجیے کہ آیا اس تاویل میں کچھ معقولیت نظر آتی ہے؟"۔(۳۶)

فتنہ انکار حدیث

فتنہ ءانکار حدیث کارد بھی بعض مقامات پر موجود ہے۔

آیت کریمہ : الذین امنوا ولم یلبسوایما نھم بظلم اولیک لھم الامن وھم مھتدون(۳۷)(جو لوگ ایمان لائے پھر اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا۔ انہی کے لیے امن و سلامتی ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں) کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ حدیث لکھی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ پر بہت گراں گزری (کیونکہ انہوں نے ظلم کو اس کے عام معنوں ، معصیت یا زیادتی پر محمول کیا تھا۔) اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے کبھی ظلم نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ یہاں ظلم کا لفظ اپنے خاص معنوں یعنی شرک کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (بخاری ،کتاب التفسیر)

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی زبان بھی اگرچہ عربی زبان تھی اور قرآن بھی عربی زبان میں نازل ہواتھا۔ تاہم بعض دفعہ انہیں آیت کاصحیح مفہوم سمجھنے میں دشواری پیش آجا تی ۔ اور یہی مطلب ہے (ویعلمھم الکتاب)کا۔ مگر مسلمانوں میں سے ہی بعض لوگ ایسے ہیں جو حدیث رسول ﷺسے بے نیاز ہو کر محض لغت کی مدد سے قرآن کامفہوم متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ انہیں اپنے نضرابہ کا انجام سوچ لینا چاہیے"۔(۳۸)

مختصر فقہی احکام کا تذکرہ

قرآن کی تیسرا حصہ آیات احکام پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم بہت سے احکام اور ان کے اصول و دائرہ کو قائم کرتا اور بنیادی ہدایات فراہم کرتا ہے۔ دور جدید میں معاشرتی ارتقا ءکے بعد پیدا ہو نے والے نئے سوالات کے حل میں ان احکام کا انطباق اور ان کی درست توجیہ اور حد بندیاں قائم کرنا ایک مہارت طلب کام ہے، جس کے لیے علمی دقت کے ساتھ ساتھ مجتہدانہ بصیرت کی بھی ضرورت ہے۔

مفسر مرحوم کم وبیش پندرہ (۱۵) سال کا طویل عرصہ دار الافتاءسے منسلک رہنے او ردقیق علمی مسائل پر اپنی جاندار تحقیقات پیش کرنے اور علم و تدریس سے خصوصی لگاؤ وشغف رکھنے کے باعث نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ اس حوالے سے احکام و مسائل کے ضمن میں اس تفسیر میں صرف اصولی مباحث کی وضاحت پر اکتفاءکی بجائے کافی وسعت سے ان مسائل کا احاطہ کرنے کو کوشش کی گئی ہے۔ اور اکثر مقامات پرمبنی تالیف کرد ہ کتب اورمقالات کا خلاصہ پیش کر کے جزوی تفصیلا ت کے لیے کتاب کی طرف راہنمائی کر جاتے ہیں ۔ اس بنا پر قرآن میں ذکر ہونے والی آیات سے اصولی استشہاد کرے ہوئے دور جدید کے تناظر میں ان کی جزئیات اور دائرہ کار پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں ۔

آیت کریمہ : والذین یتوفون منکم ویذ رون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشر ۔ فا اذ بلغن اجھلن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی۔ انفسھن بالمعروف(۳۹) (تم میں سے جو لوف فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں ،وہ عورتیں اپنے آپ کو چارمہینے دس دن عدت میں رکھیں پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اپنے حق میں جو کچھ معروف طریقے کریں تم پر کا کچھ گناہ نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس خبر دار ہے۔) اس کی تفسیر میں لکھا:

” یعنی ان کا نکاح کی بات چیت کرنا، زینت و آرائش کرنا، خوشبو لگانا، مقام عدت سے کسی جگہ اور چلے جانا، نکاح کر لینا ،جو کچھ وہ اپنے حق میں بہتر اور مناسب سمجھیں ،سب کچھ جائز ہے، اور تم پر اس کا کوئی گنا ہ نہیں “۔(۴۰)

آیت: وان طلقتمو ھم ن من قبل ان تمسو ان ھن وقد فرضتم لھن فریضة فنصف ما فرضتم الا ان یعفوں ا ویعفوں الذین بیدہ عقدہ النکاح (۴۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

اب دیکھیے مطلقہ عورت کے حق مہر کی ادائیگی کے سلسلہ میں شرعی احکام کی رو سے ممکنہ صورتیں چار ہیں :

۱۔نہ مہر مقرر ہو نہ ہی صحبت کی ہوئی ہو۔

۲۔مہر مقرر ہو چکا، مگر صحبت نہ ہوئی۔ (ان دونوں صورتوں کا حکم ان دو آیات میں مذکو ہو چکا ہے)

۳۔ مہر بھی مقرر ہو اور صحبت بھی ہو چکی ہو اور یہ سب سے عام صورت ہے۔ اس صورت میں مہر پورا دینا ہوگا۔

۴۔ مہر مقرر نہ ہوا تھا،مگرصحبت ہو چکی، اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا ہوگا ،یعنی اتنا مہر جو اس عورت کے قبیلے میں عام رواج ہے۔ بیوہ کے لیے بھی چار صورتیں ممکن ہیں ، مگر اس کے احکام میں اختلاف ہے، جو یہ مہر مقرر ہواہو یا نہ ہواور مرنے والے خاوند صحبت کی ہو یا نہ ہو، عور ت کو بہر حال پورا مہر ملے گا۔اگر مقرر تھا تو اتنا ملے گا اور مقرر نہیں تھا تو مہر مثل ملے گا، اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

" سیدنا علقمہؒ کہتے ہیں کہ ابن مسعود ؓسے ایسے شخص سے متعلق سوال کیا گیا، جس نے کسی عورت سے نکاح کیا، حق مہر مقرر ہو ا اور نہ ہی صحبت کر سکا کہ اس کی وفات ہوگئی، ابن مسعود ؓنے جواب دیا کہ ا سے سے کے خاندان کی عورتوں کے مثل مہر ملے گا۔ نہ کم نہ زیادہ ، اور اس پر عدت بھی ہے، اور میراث سے بھی اسے حصہ ملے گا۔ (یہ سن کر) معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ رسول ﷺ نے بھی ہمارے خاندان کی ایک عورت بروع بنت و اشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیاتھایہ سن کر ابن مسعودؓ خوش ہو گئے (ترمذی ،ابواب النکاح،باب فی الرجال یتزوج المرواج فیموت عنہا قبل ان یفرض لھا، نیز ابو داؤد،کتاب النکاح ،باب فیمن تزوج علم یسم صدا قاحتیٰ مات)"(۴۲)

آیت کریمہ: یسئلو نک ما ذا احل لھم قل احل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلین تعلموں نھن مما علیکم اللہ فکلو مما امسکن علیکم واذ کرو اسم اللہ علیہ(۴۳) (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا کچھ حلال ہے؟ آپ ان سے کہ دیں کہ سب پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کر دی گئی ہیں ۔ اور جن شکار کھیلنے والے جانوروں کو تم نے سدھار رکھا ہے،یعنی جنہیں تم تھوڑا بہت وہ سکھاتے ہو جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تہمیں دے رکھی ہے(۲) پس جس شکار کو وہ پکڑ کر روک رکھیں تو تم اس سے کھا لو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ذکر لیا کرو) کے تحت رقم طراز ہیں :

"اس آیت میں کھانے پینے کی اشیاءکی حلت و حرمت کے متعلق ایک عظیم الشان اصول دیا گیا ہے،جسے فقہی زبان میں یوں ادا کیا جاتا ہے کہ" ہر چیز کیاصل اباحت ہے" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاءدوشرطوں کے ساتھ تمہارے لیے حلال ہیں ،ایک یہ کہ وہ چیز یاپاکیزہ اورصاف ستھری ہو،گندی باسی ،سڑی ہوئی اور بدبو دار نہ ہو۔دوسرے یہ کہ اس کے متعلق شریعت میں یہ حصرات نہ ہو کہ وہ حرام ہے، اس طرح حرام اشیاءکا دائرہ بہت محدود ہو جاتا ہے اور حلال اشیاءکا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔جبکہ ا س آیت کے نزول

سے پہلے یہی سمجھا جاتا تھا کہ حلال صرف وہ چیزہو سکتی ہے جس کے متعلق شریعت میں واضح ثبوت موجود ہو۔جیسا کہ اس آیت میں مسلمانوں کے یہی سوال کرنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعا لیٰ نے سابقہ نظریہ کو بدل کر اور حلال اشیاءکا دائرہ وسیع کر ک مسلمانوں پر احسان عظیم فرما یا ہے"۔(۴۴)

اکثر فقہی احکام کو فقہ السنہ کے طریق کے مطابق احادیث سے اخذ ہے۔ جیسا کہ آیت :
وما علمتم من الجوارح مکلبین مما علمکم اللہ فکلو امما امسکن علیکم واذ کرو اسم اللہ علیہ(۴۵)

(اور ان شکاری جانوروں کا شکار بھی جنہیں تم نے اس طرح سدھایا ہو، جیسے اللہ نے تمہیں سکھایا) کے تحت مفسر نے عنوان قائم کیا ہے: شکار کے متعلق احکام ، پھر اس عنوان کے تحت نمبر دار چھ احادیث مستند کتب حدیث کے حوالے سے ذکر کی ہیں ۔(۴۶)

اسی آیت نمبر ۴ چار میں وضو کے احکام بھی موجود ہیں ۔ وضو کے احکام کا عنوان قائم کر کے تیر ہ۳۱ احادیث بیان کی ہیں ۔ بعد ازاں دیگر نکات کو نمبر وار اختصار و سلامت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

آیت :والسارق والسارقۃ فاقطعو، ایدیھما جزاءبما کسبا نکالا من اللہ، واللہ عزیز حکیم۔(۴۷)
کے تحت چور اور چوری کے مختلف احکام بیان کئے ہیں اور اس بیان میں بھی احکام کی بنیاد احادیث پر رکھی ہے۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ احادیث کی بنیاد پر احکام قرآنی مطالعہ ہے۔ چور کی تعریف ،چور پر حد وغیرہ مؤضوعات پر کتب ستہ کی احادیث پیش کی ہیں ۔(۸۴)عشر اور زکوٰۃ کے مسائل بھی اختصار و جامعیت کے ساتھ ذکر کیے ہیں ۔(۴۹)

سورۃ النساءمیں نکاح کے احکام کو مختصراً بیان کیا ہے۔ خاص طور پر نکاح متعہ کی حرمت پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اس تفصیل بحث میں اسلام کی طرف سے قیدی عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع کی اجازت ، اس کی حکمت او راس کی سخت اور کڑی شرائط کا بیان ہے۔(۵۰) قرآن میں کریم میں ارشاد ہوا جس کا مفہوم ہے:

"اور حرام کی گئی شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تہماری ملکیت میں آ جائیں ، اللہ تعالیٰ نے احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں ، ا ن عورتوں کے سواءاور عورتوں تمہارے لئے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کے لئے ، اس لئے جن سے تم فائد ہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہو امہر دے دو،

اور مہر مقرر ہونے کے بعد تم آپس کی رضا مندی سے جو طے کر لو تم پر کوئی گناہ نہیں ،بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے"۔(۵۱)

ان آیات میں آزاد عورتوں سے نکاح کی شرائط کا تذکرہ کیا گیا ہےبعد ازاں متعہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ ایک اضطرای رخصت تھی، جو عہد نبوی ﷺ میں صرف تین اہم مواقع پر مباح کیا گیا۔ اور بعد ازاں دس (۱۰) ہجری میں اس کی حتمی اور مستقل ممانعت کا اعلان کر دیا گیا۔اس بیان کو متعدد روایات و احادیث سے مدلل کیا ہے، اور بعد ازاں ان روایات کے بعد نتائج کو نمبر وار بیان کیا ۔ لکھتے ہیں :

۱۔ (الی اجل مسمی) کی قرأت کے رواى صرف عبداللہ ابن عباسؓ ہیں ، جن کی عمر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت صرف تیرہ(۱۳) سال تھی۔ جمع وتدوین قرآن کے وقت آپ قسم اٹھا کر کہتے ہی رہے کہ یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی۔ (اور ممکن ہے کہ جن ایام میں متعہ کا جواز تھا، یہ قرأت بھی پڑھی گئی ہو، لیکن ایسی قرأت بھی رخصت اور نسخ کے ضمن میں آتی ہیں ۔)مگر آپ کی اس بات کو دو جوہ کی بنا رپر پذیرائی نہ ہو سکی،ایک یہ کہ جمع و تدوین قرآن کے معاملہ میں خبر متواتر کو قبول کیا تھا اور آپ کی یہ خبرواحد تھی،جس کا دوسرا کوئی راوی نہ تھا،اور دوسری وجہ یہ تھی کہ پہلے سے دو مکی سورتوں مومنوں اور معارج میں یہ محکم آیات موجود تھیں ۔ والذین ھم لفررجھم حفظون الا علی ازواجھم اوما ملکت ایما نھم الخیعنی حفاظت فروج کے دوہی ذریعے ہیں ،ایک بیوی اور دوسری لونڈی، ان کے علاوہ جو کچھ ہے،وہ حد سے گزر نا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ممنوعہ عورت نہ بیوی ہوتی ہے نہ لونڈی ، لونڈی نہ ہونے میں تو کوئی کلام نہیں اور بیوی اس لیے نہیں ہوتی کہ میراث ملتی ہے اور ایسی عورت کو میراث نہیں ملتی۔

۲۔سیدنا ابن عباسؓ بھی صرف متعہ کے معاملہ میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ آپ کو اصرار قطعانہ تھا۔ جبکہ کثیر تعداد میں صحابہؓ متعہ کو حرام قرار دینے میں شدت اختیار کرتے تھے اور ابن عباسؓ کو ٹو کتے تھے۔ چنانچہ سیدنا علیؓ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔ (مسلم ،کتاب النکاح ،باب نکاح المتعہ)

سیدنا ابن عباسؓاپنی آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور جب یہ جواز متعہ کی بات کرتے تو سیدنا عبداللہ ابن زبیرؓ کہتے : " اللہ نے ان آنکھوں کو اندھا کرنے کے ساتھ ان کے دلوں کو بھی اندھا کر دیا ہے،جو متعہ کے جواز کا فتو ی دیتے ہیں ۔ اس وقت عبداللہ ابن زبیرؓ

خلیفہ تھے۔ کسی نے ا ن سے کہا کہ تم زیادتی کر رہے ہو،میری عمر کی قسم! دو ر نبویﷺ میں متعہ ہوتا رہا ہے، تو ابن زبیرؓ نے کہا کہ اس متعہ کو اپنے اوپر آزماؤ۔ اللہ کی قسم ! اگر تو ایسا کرے تو میں تمہیں پتھروں سے سنگ سارکردوں ۔ (مسلم ،حوالہ سابق)

۳۔ معلو م ایسا ہوتا ہے کہ رسول اللہﷺ کا آخری ابدی حرمت کا اعلان تمام صحابہ کرامؓ تک نہ پہنچ سکا، جو کہ دور دراز علاقوں تک پہنچ چکے تھے یایہ سیدنا ابن عباسؓ کی لچک کا اثر تھا کہ دور صدیقی اور دور فاروقی کی ابتداءتک در پر دہ متعہ کے کچھ واقعات کا سراغ ملتا ہے۔ سیدنا عمرؓ چونکہ متعہ کے شدید مخالف تھے، لہذا آپ اس ٹوہ میں رہتے تھے کہ ایسا کوئی واقعہ سامنے آئے۔(۲۵) بعدازاں یاک واقعہ کا ذکر ہے،جس میں سیدنا عمرؓ نے اس فعل مشغول شخص کو سختی سے منع کر کے سزا دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس واقعہ سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں :

(الف) سیدنا عمرؓ او ر آپؓ کی پوری شوریٰ متعہ مخالف تھی، اگر ان میں بھی اختلاف ہوتا تو آپ ایسا تعزیری حکم نافذ نہ کر سکتے تھے۔

(ب) جو چند لوگ متعہ کے قائل تھے،وہ بھی چوری چھپے یہ کام کرتے تھے ۔ اگر یہ عام ہوتے تو سیدنا عمرؓ کو ٹوہ لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی ۔

(ج) معاشرہ کی اکثریت متعہ کو ناجائز اور مکروہ سمجھتی تھی، اگر یہ رسم عام ہوتی تو اس شامی کو یسی عورت کا پتہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے یہ معاملہ ام عبداللہ سے کیوں نہ طے کر لیا، جس کے ہاں وہ ٹھہراتھا۔

اس تعزیری قانون کے بعد ابن عباسؓ اورآپ کے شاگردوں مثلاً عطا بن ابی رباح، طاؤس ،سعید بن جبیر اور ابن جریح کے لیے اس کے بغیر چارہ نہ رہا کہ وہ متعہ کے لیے عقلی دلیل مہیا کر کے اپنے دل کا غبارنکال لیں ۔ اور وہ دلیل عقلی یہ تھی جو ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ" متعہ کا جائز ہونا اللہ کی طرف سے اپنے بندوں پر رحمت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگر عمرؓ نے اس کی ممانعت نہ کردی ہوتی تو کبھی کسی کو زنا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔"(تفسیر مظہری، ص ۲۰۸) (۵۳)

پھر جب دور عثمانی میں سیدنا ابن عباسؓ کی قرأت (الی اجل مسمی) کو خبر متواتر نہ ہونے کی وجہ سے شرف قبولیت حاصل نہ ہو سکا اور یہ الفاظ کتاب اللہ میں شامل نہ ہوسکے تو

متعہ کا فائدہ بتلانے کا میلان بھی ختم ہوگیا، اور بالاخرآپ نے اپنے اس فتوی رخصت سے بھی رجوع کرلیا۔(تفسیر حقانی ۱۵۴/۲)(۵۴)

احکام اسلامی پر اعتراضات کے جوابات

بیسویں صدی کی اہم عصری تفسیر ''تفہیم القرآن'' از سیدنا ابو الاو علیٰ مودوری میں احکام اسلامی پر مغربی حلقوں کی طر ف سے کیے گئے اعتراضات کے جاندار جوابات دیے تھے۔ مفسر'' تیسیر القرآن'' نے دیگی کئی موضوعات کی طرح اس موضوع پر بھی صاحب تفہیم کے افکار کو اختصار کے ساتھ سلیس انداز میں پیش کر دیا ہے،جیسے سورۃ المائدہ کے ذیل میں حد سرقہ اور حد محاربہ کے احکام بیا کر کے بعنوان'' کی اسلامی سزائیں غیر انسانی ہیں ؟'' کے تحت لکھتے ہیں :

'' آج کل یورپ کی نام نہاد مہذب اقوام ،اسلامی سزاؤں کو غیر مہذب اور وحشیانہ سزائیں سمجھتی ہیں اور بدن سزائیں کو غیر انسانی سلوک اور ظلم کے مترادف سمجھتی ہیں ۔ علامہ اقبال سے یورپ میں اس کے کسی دوست نے کہا کہ اسلام میں چوری کی سزا بڑی غیر مہذبانہ ہے تو اقبال نے اس کا جواب دیا تھا کہ تمہارے خیال میں چور مہذب ہوتا ہے ؟ ان لوگوں نے اپنے اسی نظریہ کے تحت اقوام متحدہ کے بنیادی حقوق کے چار ٹر میں اس کو غیر انسانی سلوک قرار دے کر ایسی سزاؤں کو ترک کر نے کی ہدایت کی ہے۔اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اس نظریہ کے دعویدار اپنی حکومتوں میں سیاسی ملزموں پر بند کمروں میں ایسے دردناک مظالم ڈھاتے اور بدنی سزائیں دیتے ہیں ، جن کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے اور مشاہدہ یہ ہے کہ بند کمروں میں ایسی سزائیں دینا مجرموں کو اپنے کردار میں مزید پختہ بنا دیتا ہے۔پھر یہ بھی مشاہدہ ہے کہ جہاں جہاں عدالتوں میں بدنی سزائیں موقوف موئیں ،وہاں جرائم میں اضافہ ہوا ہے''۔(۵۵)

فرقہ ورانہ نظریات کا رد

بعض مقامات پر معتدل اسلوب میں ان ضعیف و ضع شدہ احادیث کو موضوع بحث بنایا ہے،جن سے بعض لوگ اپنے بدعی افکار کی دلیل لاتے ہیں ۔

آیت:فتلقی ادم من ربہ کلمت فتاب علیہ ان ھو التواب الرحیم (۵۶) (پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بلاشبہ وہ بندوں کی توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔) کی تشریح کرتے ہوئے رقم طرازہیں :

"اس واقعہ کے بعد حضرت آدمؑ اور حواؑ کہنے لگے:اے ہمارے پروردگار ! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گااور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ ان کلمات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود ہی سورۃ اعراف کی آیت نمبر تیئس (۲۳) میں کر دیا ہے۔ اس کے باوجود بعض داعظ حضرات اس آیت کی تشریح میں ایک موضوع حدیث بیان کرتے ہیں ۔ یہ حدیث مرفوع بنا کر پیش کی جاتی ہے۔یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

جب سیدنا آدمؑ جنت سے نکال کر د نیا میں بھیجے گئے تو ہر وقت روتے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کی:" اے باری تعالیٰ ! سیدنا محمد ﷺ کے وسیلے سے مغرت چاہتا ہوں ۔ وحی نازل ہوئی کہ تم محمد ﷺ کے متعلق کیسے جانتے ہو؟ عرض کیا کہ جب آپنے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ،تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد ﷺ سے اونچی کوئی ہستی نہیں ہے، جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھ رکھا ہے۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ تمام خاتم النبین ہیں ۔تمہاری اولاد میں سے ہیں ۔ وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے ۔(ریاض السالکین۔ص۳۰۲) (۵۷)

کیلانی صاحب یہ حدیث نقل کرنے کے بعد اس پر روایتی و درایتی نقطہ نظر سے کئی اشکلات و اعتراضات وارد کرتے ہیں ،جیسے بعنوان وارد کرتے ہیں ،جیسے بعنوان " موضوع حدیث کی عجمی ترکیب" لکھتے ہیں : اللہ تعالیٰ کے اس جواب کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر ایک موضوع حدیث گھڑی گئی، یعنی یہ حدیث قدسی ہےا ور اس کا متن یو ں ہے: عن ابن عباس یقول اللہ و بعزتی و جلال و لولاک ما خلقت الدنیا(ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے عزت و جلال کی قسم! (اے محمد ﷺ) اگر تم نہ ہوتے تو میں اس دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ (ریاض السالکین،ص ۲۴۴)

اسی قدسی موضوع حدیث کا مفہوم ایک دوسری روایت میں ان الفاظ میں ہے:

لولاک لما خلقت الا فلاک (اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کی کوئی بھی چیز پیدا نہ کرتا ۔ریاض السالکین ص ۱۰۱) ان حدیثوں کو ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے(دیکھیے موضوعات ابن الجوزی ،جلدا،ص ۲۸۹) نیز ان احادیث کے موضوع ہو نے پر اک دلیل یہ بھی ہے کہ لو لالک کی ترکیب عربی نہیں بلکہ عجمی ہے۔ عربی قواعد کے مطابق لو لاانت آنا چاہیے۔ جیسا

کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ غزوہ خندق کی مٹی ڈھوتے وقت یہ شعر گنگنا رہے تھے، الھم لو لا انت ما اھتدینا (بخاری، کتاب المغازی باب غزوہ خندق) گویا لو لاک کی ترکیب ہی غلط ہے جو اس کے موضوع ہونے پردلیل ہے۔

ان موضوعات کا مقصد صرف رسول اللہ ﷺ کی شان عظمت یا قدامت بیان کرنا ہی نہیں بلکہ کچھ اور بھی مقاصد ہیں ، جو ا ن حضرات کے نزدیک بہت ہیں ، مثلاً:

۱۔ اللہ سے خواہ کتنے ہی برس رو رو کر مغفرت طلب کی جائے وہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کسی کا وسیلہ نہ پکڑا جائے۔

۲۔ یہ وسیلہ اپنے نیک اعمال کا نہیں کسی بزرگ ہستی کا ہی ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ ابھی تک وجود میں نہ آئی ہویا خواہ اس دنیا میں موجود ہو یا اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہو۔کاش سیدنا آدمؑ کو اتنی مدت رونے سے پہلے ہی یہ باتیں معلوم ہو جاتیں ۔شیعہ حضرات نے جب موضوعات کا وسیع میدان دیکھا تو ا ن حضرات سے بھی چار ہاتھ آگے نکل گئے، ان کی قدسی حدیث کا متن یوں ہے: لو لا علی ما خلقت یعنی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: اگر علیؓ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

آیت : ویعبدون من دون اللہ ما لم ینزل بہ سلطان وما لیس لھم بہ علم وما للظلمین من نصیر (۵۸) کے تحت رقم طراز ہیں :

"یعنی اللہ کی نازل کردہ کسی کتاب میں کہیں بھی یہ ذکر موجود نہی کہ اس نے فلاں فلاں ہستی کو فلاں فلاں اختیار تفویض کر رکھے ہیں ۔ لہٰذا ان کاموں میں تم ان سے رجوع کر کے ان سے اپنی حاجات طلب کر تے ہو۔ نہ ہی انہیں کسی علمی تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ امور کائنات میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو بھی تصرف کا حق حاصل ہے اور ا س بناءپر ان کی بھی عبادت کرنا درست ہے۔لہٰذاجو معبود ان لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور ان سے کئی صفات اور اختیارات منسوب کر دیے گئے ہیں ، ان کے آستانوں پر دعائیں مانگی جا تی ہیں ،نذریں نیازیں چڑھائی جاتی ہیں ، بعض کے طواف اور اعتکاف تک بھی کیے جاتے ہیں ،ان کی حقیقت جاہلانہ توہمات کے سوا کچھ نہیں "۔(۵۹)

تردید شرک کے کئی مزید پہلو بھی ہمیں تفسیر میں نظر آتے ہیں ۔ وقالو ا ھذہ انعام وحرت حجر ک لا یطعمھا الا من نشاءبزعمھم وانعام حرمت ظھورھا وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیھا افترا ءعلیہ(۶۰) (کہتے ہیں کہ اس قسم کے مویشی اور کھیتی ممنوع ہیں ۔ انہیں ان کے گمان

کے مطابق وہی کہا سکتا ہے جسے ہم چاہیں اور کچھ مویشی ہیں جن کی پشتیں حرام ہیں اور کچھ مویشی ایسے ہیں ،جن پر وہ (ذبح کے وقت) بسم اللہ کا نام نہیں لیتے۔) اس آیت کریمہ کے وضاحت میں مشرکوں کو اپنی وضع کردہ شریعت عنوان قائم کر کے شرک کے چند مظاہر بیان کیے گئے ہیں ۔(۶۱)

نور و بشر کا مسئلہ

کیلانی صاحب نے اس موضوع پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

آیت کریمہ : قد جاءکم من اللہ نور وکتب مبین (۶۲) کے تحت لکھاہے:

” اگرچہ اس آیت میں بعض علماءنے نور سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات با برکات بھی لی ہے تاہم اکثر مفسرین نور کوکتاب مبین ہی صفت قرار دیتے ہیں اور داؤد کو عطف مغا ئرت کے بجائے عطف تفسیری سمجھتے ہیں ۔ اور اسکی وجوہات درج ذیل ہیں ۔چنانچہ کیلانی صاحب نے اس وجوہات پر سات قرآنی آیات مع ترجمہ پیش کی ہیں “۔(۶۳)

نور و بشر کی بحث پر مزید لکھتے ہیں :

” اس کے برعکس تمام انبیاءکو ہرمقام پر بشر ہی کہا گیا ہے۔ البتہ ایک مقام پررسول اللہ ﷺ کو سراجاً منیر اً(روشنی دینے والا چراغ) بھی کہا گیا ہے۔ تاہم اگر یہاں نور سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی لیا جائے تو اس سے مرادنور نبوت اور نور ہدایت ہوگا،نہ کہ وہ نو ر جس کی آج کل بریلوی حضرات نے رٹ لگا رکھی ہے۔کیونکہ مولانا احمد رضا بریلوی کا ترجمہ قرآن(کنزایمان)اور اس پر مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی کا حاشیہ (خزائن العرفان) یوں ہے: ”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے اور رشن کتاب “۔کنزالا یمان اور اس پر حاشیہ یہ کہ کہ ”سیدعالم ﷺ کو نور فرمایا۔ کیونکہ آپ ﷺسے تاریکی کفر دور ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی۔“(خزائن العرفان) اسی طرح داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیر! ترجمہ یوں کیا ہے:اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے اور چمکا دینے والا نور ہے۔(کنزالایمان) اور حاشیہ یوں ہے: درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی آپ ﷺ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر وضلالت کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا اور خلق کے لیے معرفت الہٰی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی تاریک وادیوں میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے نور ہدایت سے راہ یاب فرمایا اور اپنے نور نبوت سے ضمائر اور قلوب واراوح کو منور کیا“۔(خزائن العرفان

مصنف کی نظر میں اگرمعاملہ یہی تک محدود رہتا تو پھر بھی اختلاف کو کئی بات نہ تھی۔ بھلا کون مسلمان ہے جو آپ ﷺ کو نو ر نبوت اور نور ہدایت ماننے کو تیار نہ ہوگا۔ اختلاف اس وقت واقع ہوا جب کچھ غالی قسم حضرات نے یہ مسئلہ پیداکر دیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ نور ہیں یا بشر؟ اوریہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ آپ ﷺ بشر نہیں تھے بلکہ نور تھے اور جو لوگ آپ ﷺ کو بشر کہتے ہیں ، انہیں گستاخان رسول کا لقب دیا گیا او رجو آپ ﷺ کو نو تسلیم کریں انہیں عاشقان رسول کا۔(۶۴)

اس کے بعد مختلف نقلی و عقلی دلائل سے ان کے نظریات کا رد کیا۔ آپ ﷺ کو نور ثابت کرنے ک لیے جن موضوع احادیث کا سہارا لیا ہے۔ ان سب کو ایک ایک کر کے ذکر کیا اور ان کو ساقط الاعتبار ثابت کیا ہے۔ پھر ان موضوع احادیث کی تردید میں صحیح احادیث ذکر کی ہیں (۶۵)۔

بعض مقامات پر اپنے مسلک کو راجح اور فوق ثابت کرنے کو کوشش کی ہے۔ جیسے آیت کریمہ : وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون (۶۶) کی تفسیر کرتے ہوئے عنوا قائم کیا ہے: ” اکثریت کا مذہب محض تقلید اور وہم و قیاس پر ہے۔“ اس عنوان کی تفصیل میں رقم کرتے ہیں :

” تاریخ او رمشاہدہ دونوں اس بات پر گواہ ہیں کہ کسی بھی معاشرہ میں اہل خردوذہین اور بااصول لوگ کم ہی ہوا کرتے ہیں ۔ معاشرہ کی اکثریت جاہل عوام پر مشتمل ہوتے ہے۔قرآن نے متعدد مقامات پراسی اکثریت کو جاہل،فاسق ،ظالم اور مشرک قرار دیا ہے۔ان لوگوں کا اپنا انتہائی کوئی اصول نہیں ہوتا۔ نہ انہیں کسی بات کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔انہیں اپنے کھانے پینے کے سوانہ کسی چیز کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور بات سوچنے کی زحمت گوارا رکرتے ہیں ۔ ان کی زندگی گزارنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جس رخ کے لوگوں کی اکثریت جارہی ہو ادھر ہی وہ چل پڑتے ہیں “۔(۶۷)

اسی طرح مفسر گویا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کا مسلک قلیل تعداد ہونے کی بنا پر برحق اور راجح ہے۔

ناسخ و منسوخ کی بحث

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ما نسخ من ایتہ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کلی شی ءقدیر(۶۸)

"ہم جب بھی کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلادیتے ہیں تو جیسی یا اس سے بہتر آیت لاتے بھی ہیں ۔ کیا آپ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔"

۔مصنف نے اس آیت کے پس منظر میں یہ بتایا ہے کہ نخ کو موضوع بحث بنانے میں یہود کی بدنیتی شامل تھی، تا کہ اس مسئلے کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے متنفر کر دیں ۔ بعدازاں منصف نے متقدمین و متاخرین کے نظریہ نسخ میں فرق کا سبب اوردیگر تفصیلات مہیا کی ہےں ۔ اس ضمن میں ان کی اکثر آراءشاہ ولی اللہ کی فکر سے مستفاد ہیں ۔ نیز مصنف کی کسی قدررجحان اس مکتب فکر کی طرف بھی ہے کہ قرآن حکیم کی جن آیات کو منسوخ ٹھہرایا گیا،وہ نسخ وقتی اور غیر مستقل ہے۔ مخصوص حالات و واقعات میں ان منسوخ آیات پر بھی عمل ہو سکتا ہے۔جیسا کہ لکھتے ہیں :

" سورۃ محمد کی آیت نمبر چار(۴) میں اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں کی لونڈی غلام بنانے سے منع فرمایا ہے۔دوسری طرف سورہ احزاب کی آیت نمبر پچاس (۵۰) کی رو سے عام مسلمان تو درکنا خود رسول اللہ ﷺ کو جنگی قیدیوں کو لونڈی غلام بنانے بلکہ لونڈیوں سے تمتع کی بھی اجازت فرما رہے ہیں اوران دونوں طرح سے احکام میں کوئی ایک دوسرے کا ناسخ نہیں ہے،بلکہ حالات کے تقاضوں کے مطابق دونوں میں سے کسی نہ کسی پر عمل درآمد ہوگااور اسی مثالیں قرآن میں اور بھی بہت ہیں "۔(۶۹)

معاصر تفاسیر سے استفادہ

معصر تفاسیر میں سے تفسیر ابن کثیر ،معارف القرآن اور تفہیم القرآن وغیرہ سے بھی استفادہ کیا، تاہم اس کا حوالہ دینے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

احرام کی تعریف میں لکھا ہے:

" احرام اس فقیرانہ لباس کو کہتے ہیں جو حج و عمرہ کرنے والے اپنے میقات سے باندھتے ہیں اور یہ مردوں کے لیے صرف ایک تہبند اور ایک چادر پر مشتمل ہوتا ہے اور عورتو ں کے لیے ان کا لباس ہی احرام کا بھی لباس ہوتا ہے۔احرام کی حالت میں انہیں کوئی چیز چہرے پر نہ ڈالنی چاہیے۔احرام کی حالت میں چند پابندیاں ضروری ہیں ،مثلاً خوشبویا زیب و زینت کی چیزیں استعمال نہیں کر سکتا،نہ اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے"۔(۷۰)

یہ تعریف صاحبِ تفہیم کے الفاظ میں معمولی ردوبدل کر کے اختیار کی گئی ہے۔(۷۱)

شعائر کی تعریف بھی تیسیر القرآن ک مؤلف نے تفہیم القرآن میں بیان کردہ مفہوم کو چند الفاظ کی تبدیلی سے روایت کیا ہے۔(۷۲)

تیسیر القرآن کی خوبیاں :

۱۔اس کا ترجمہ نہ ہی لفظی ہے اور نہ ہی محض ترجمانی ہے،بلکہ سلیس او ر بامحاورہ ہے۔ ربط مضمون کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور اس مقصد کے لیے لائے گئے الفاظ قوسین میں دیے گئے ہیں ۔

۲۔ یہ تفسیر علمائے سلف کی تفسیری انداز پر تصنیف کی گئی ہے اور گذشتہ تفاسیر ماثورو رائے کی جامع تفسیر ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے تفسیر قرآن بالقرآن ،صحاح ستہ کی(صحیح اور حسن درجہ کی) احادیث ،اقوال صحابہ ؓ و تابعین کو بنیاد بنایا ہے۔ علاوہ ازیں بعض جگہوں پر اپنی رائے سے بھی استدلال کیا ہے۔

۳۔پیچیدہ اور دقیق مسائل کو بیان کرنے کے لیے واضح اور سادہ طرز بیان اور منطقی اسلوب اختیار کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

۴۔ اختلافی اور فروعی مسائل میں نقلی و عقلی دلائل سے دو ٹوک اور واضح مؤقف اختیار کیا گیا ہے،تاہم اس میں اسلوب بیا ن علمی او رنسبتاً اعتدال پر مبنی ہے او ر اس ضمن میں قلم کو سنجیدگی کی دائرہ میں رکھا گیا ہے۔

۵۔منکر ین حدیث کے استدالات کی خاص طور پر تردید کرنے میں زور قلم آزما یا گیا ہے اور اس ضمن میں ان کا انداز قدرے جارحانہ ہے۔

۶۔جدید مغرب زدہ طبقات کے اعتراضات پر بھی پوری توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ سود،لین دین ،تجارت کی غیر شرعی اقسام،تعدد ازواج ،لونڈیوں اور غلامو ں کے مسائل کو خاص طور پر مرکز بحث بنایا گیا ہے۔ان پیرایہ بیان وسیع تر معلومات کا حامل ہے۔

۷۔ علقیت پرستی پر بھی تنقدکی گئی ہے۔

۸۔ بعض آیات کریمہ ےکا جدید سائنسی تحقیقات کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ ایسے مقامات پر مصنف نے قرآن مجید کی فوقیت اور آفاقیت کو ثابت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نہ تو قرآن سائنس کے مخالف ہے اور نہ سائنس قرآن کے خلاف ہے بلکہ موجودہ سائنس قرآن کے بیان کی تائید کرتی ہے۔

۹۔غزوات وسرایا کے سلسلہ میں جو آیات اورسورتیں ہیں ،ان کا تاریخی پس منظر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔

۰۱۔ حواشی کا انداز اپنایا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ تفسیر دراصل تفسیر ابن کثیر کا سلیس ،سادہ اور مختصر خلاصہ ہے۔یہ برصغیر کے معروف تفسیری رجحان یعنی جامع تفسیری رجحان کا ایک اہم نمونہ ہے۔تعلیمی و تدریسی اور درسی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔اس میں مصنف موصوف نے اسلوب و انداز تحری میں اول تاآخر یکسانیت برقرار رکھی ہے جو اس تفسیر کے حسن میں اضافے کا باعث ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ البقرۃ:۲۳۸
۲۔ کیلانی، عبد الرحمن، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، وسن پورہ، لاہور،۱۴۲۴ھ،ج۱،ص۱۹۰
۳۔ البقرۃ::۲۳۸
۴۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۱۹۸
۵۔ افریقی،ابن منظور ،لسان العرب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، (س۔ن)،ج۱،ص۲۰
۶۔ البقرۃ::۲۶۰
۷۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۲۰۹
۸۔ البقرۃ::۴۵
۹۔ النسائ::۲۹
۱۰۔ تیسیر القرآن،ج ۱،ص۳۹۲۔۳۸۶
۱۱۔ المائدہ:۲۷
۱۲۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۵۵۸
۱۳۔ المومنون:۱۰۴
۱۴۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۲۲۲
۱۵۔ المومنون:۷۷
۱۶۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۲۱۵۔۲۱۴
۱۷۔ المومنون:۱۰۸
۱۸۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۲۱۴۔۲۱۵
۱۹۔ النمل:۱۹
۲۰۔ تیسیر القرآن،ج۲،ص۱۴۵
۲۱۔ الحج :۲۲
۲۲۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۱۵۲
۲۳۔ ص :۵۷
۲۴۔ البقرۃ:۲۵۸

۲۵۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۲۰۶

۲۶۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۶۴۶۔۷۴۶

۲۷۔ پرویز،غلام احمد: مفہوم القرآن ،مکتبہ طلوع اسلام، لاہور، (س۔ن)،ص۱۰۳

۲۸۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۲۱۰۔۲۱۱

۲۹۔ الانبیائ:۶۹

۳۰۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۱۲۲

۳۱۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۱۱۶

۳۲۔ البقرۃ : ۳۶

۳۳۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۶۲۔۶۴

۳۴۔ تفسیر کے لیے ملاحظہ ہوں صفحات،۶۴۔۶۷

۳۵۔ النمل :۱۸

۳۶۔ تیسیر القرآن ،ج۳،ص۳۸۱

۳۷۔ الانعام:۸۶

۳۸۔ تیسیر القرآن ،ج۱،ص۶۳۰

۳۹۔ البقرۃ:۲۳۴

۴۰۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۱۸۸

۴۱۔ البقرۃ:۲۳۷

۴۲۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۱۹۱

۴۳۔ المائدہ :۴

۴۴۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۵۰۲

۴۵۔ المائدہ :۴

۴۶۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۵۰۲۔۵۰۳

۴۷۔ المائدہ:۳۸

۴۸۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۵۳۳۔۵۳۴

۴۹۔ کیلانی: تیسیرا لقرآن،ج۱،ص۶۶۴۔۶۶۵

۵۰۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۳۸۲

۵۱۔ النسائ:۲۴

۵۲۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۳۸۳

۵۳۔ نفس مصدر

۵۴۔ تیسیر القرآن،ج۲،ص۳۵

۵۵۔ تیسیر القرآن ،ج۱،ص۵۳۵

۵۶۔ البقرۃ :۳۷

۵۷۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۶۷۔۶۹

۵۸۔ الف۔نفس مصدر

۵۹۔ الحج:۷۱

۶۰۔ تیسیر القرآن،ج۳،ص۱۷۹

۶۱۔ الانعام:۱۳۸

۶۲۔ تیسیر القرآن ،ج۱،ص۶۶۳۔۶۶۲،۔المائدہ:۱۵

۶۳۔ تیسیر القرآن،ج۱،ص۵۱۶

۶۴۔ نفس مصدر،ج۱،ص۵۱۶۔۵۱۷

۶۵۔ نفس مصدر،ج۱،ص۵۱۸۔۵۱۹

۶۶۔ الانعام:۱۱۶

۶۷۔ تیسیرالقرآن،ج۱،ص۶۵۱

۶۸۔ البقرۃ:۱۰۶

۶۹۔ تیسیرالقرآن،۱/۹۶۔۹۷

۷۰۔ تیسیر القرآن،۱/۹۶۔۹۷

۷۱۔ تیسیر القرآن،۴۹۵

۷۲۔ مودودی ، ابو الاعلی ، مولانا، تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، (س۔ن)ج۱،ص۴۳۷۔۴۳۸

Biblography

Allah Bachaya Riaz, Abdul Ghafoor Awan (2018) Causes of intolerance and need of patience in the light of Quran-o-Sunnah, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (2):196-222.

Amjad Ali, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Comparative study of Khutbat-e- Madaras an Muhazirat-e-Seerat, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3): 153-189.

Awan, Abdul Ghafoor, Imran Ansari (2017). Specific study of Essays relating to Hazrat Jabir Bin Abdullah, *Global Journal of Management, Social Science and Humanities, Vol.3* (3):39-56.

Awan, Abdul Ghafoor, Jamil Ahmad (2017). Concept of Spiritualism of Peer Syed Ghulam Naseeruddin Naseer Gilani of Golara Sharif, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):14-35.

Javeria Tehseen, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Critical analysis of the literature relating to three divorces in one sitting, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol .3* (3):71-84

Munawar, Syed Ali Shah, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Importance of the study of "Seerat" in Text books of Public Educational Institutions of Punjab, *Global Journal Management, Social Sciences and Humanities, Vol.3* (4):230

Misbah Tehseen, Awan, Abdul Ghafoor (2017). Benefits of Marriage Life in Islam In the light of "Bahara-e-Shariat" and "Bahashti-i-Zaver", Global *Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 3* (3):106- 135.

Shakeela Naz, Awan, Abdul Ghafoor (2018) Analysis of the research papers of monthly magazine "Burhan-i-Dehli" on the Biographies of the Holy Prophet. *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (3):292-320.

Saima Rashid, Soubia Khan, Awan, Abdul Ghafoor (2018). Great saints of Multan and history of their shrines and their social importance, *Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities, Vol 4* (2):223- 245.

,